

تجربہ سے معلوم ہوا کہ نشر ہر شراب کا یکساں ہوتا ہے بلکہ دسیں میں چلا ہوتا ہے۔ اس لئے نشر و لامتنی سے زیادہ ہوتا ہے۔ مگر لامتنی کا نشر صاف ہوتا ہے۔ اور دلدار پا۔ اور دلیسیں میں یہ بات نہیں بد مزہ حد سے زیادہ ہوئی ہے جو بہت آقی ہے۔ بہر صورت نواب نے اپنی حالت کو دیکھتے دسی شراب کو پسند کیا۔ ایک بجھے کا عدد ۵۰ مصائب نے بچتے بچتے پانچ روپے نشی جسی نے مدارخش کے ہاتھوں عینچ دیئے۔ فوراً ایک روپیرہ کی دو بوتلیں آئیں اس وقت تک اور احباب بھی جمع ہو گئے تھے۔ اُسی وقت سے شام تک اور شام سے نوبجے رات تک خوب جلسہ رہا۔ مگر بعد جلسہ برخاست ہوا۔ خلیفہ جسی حسب معمول گھر گئے۔ یعنی پس پردہ قاف کے لوگ غافل ہو چکے۔ نواب صاحب طلب میں مگر میں داخل ہوئے چلتے وقت چکے سے ایک بوتل مدارخش سے اور منگال اُسے اپنے ساتھ لے گئے۔

نواب صاحب منتظر وقت رہے۔ الارم نہیں دیا۔ اُنکے پس پردہ قاف کے لوگ غافل ہو کر سوچا۔ اسیں یہاں تک کہ نہایت جوگ کے خراقوں کی آمدنی بلند ہوئی۔ اس کے بعد نواب نے الارم دیا۔ بزر قباد روازہ ٹلسی میں آکر گھر ہوئے۔ نواب نے فوراً اُنھیں کے دروازہ ٹلسی کو کھول دیا۔ اور بزر قبا کا ہاتھ پکڑ کر کرے کے اندر کھینچ لیا۔ اور خود پردہ اُنھیں کے دروازے کے دروازے کو بند کر کے مغلبل کر دیا۔

بزر قبا۔ ہائیں آج یہ کیا خلاف معمول؟

نواب۔ برسوں سے اشتیاق ہے۔ آج تو ذرا اہم تریں دل کی نہیں یہاں۔

بزر قبا۔ دیکھئے اچھا نہ ہو گا۔

نواب۔ اچھا نہ ہو گا تو بُرُّا بھی نہ ہو گا۔

بزر قبا۔ دریکھ پختائے کا میرا جو بُرُّا دل ہو گا

وصل پر یوں کانہ تجھے کو کھی حاصل ہو گا

نواب۔ بس دل لگی جانے دو صاف صاف بتاؤ کہ تم ہو کون اور یہ واقعہ کیا تھا جس نے میرے لاکھ ڈیڑھ لاکھ روپے پھر وادیا۔ شاہ جی تھا رے کون ہی۔ اس لئے کہ اس وقت جب سے میں نے نہیں دیکھا ہے مجھے کچھ اور ہی خبر ہے۔

بزر قبا۔ شاہ صاحب میرے والد ہیں۔ اور کون ہیں۔

نواب - ہاں میرا بھی تھا خیال تھا۔ گھنام جو گی سے کب کی ملاقات ہے؟۔

بزرقا - (ہنس کے) برسوں سے مجھ سے اُن سے رابطہ ہے۔

نواب - مجھے خیال پڑتا ہے کہ تم کچھ دنوں بھائیں بھی ناج پھی ہو۔

بزرقا - بہت دنوں تو نہیں۔ حافظ کے سبا میں کوئی چھرات مہینہ تعلیم لی تھی۔

نواب - ہاں مجھے یاد پڑتا ہے کہ تم بزرپری بنتی تھیں۔ یہ کوئی سات آٹھ برس کا ذکر ہے۔

بزرقا - جی ہاں میں نے بھی آپ کو دیکھا تھا۔

نواب - اب یہ کہو کہ ہم سے ملاقات رکھو گی۔

بزرقا - کیا ملاقات ہے۔ مگر اس وقت مجھے جانے دیجئے۔ یہ کہہ کے بزرقا آٹھ کھڑی ہوں۔ نواب نے پھر بھائی کے بٹھانا چاہا۔

بزرقا - دیکھئے مجھے جانے دیجئے۔ ایسا نہ ہو وہ جاگ آٹھیں۔

نواب - پھر جاگ آٹھیں کر ہی کیا سکتے ہیں۔

بزرقا - تو نواب یہ بھی کوئی زبردستی ہے۔

نواب - جی ہاں زبردستی ہے۔

بزرقا - دیکھو میں چھنٹتی ہوں۔

نواب - اس سے کیا ہو گا۔ دروازے میں میں نے پہلے ہی قفل لگادیا نچے کے دروازے بھی بند ہیں۔ پھر انگل میں قفل لگا ہے۔ اس وقت تو تم ہند کی بھی مجال نہیں جو میرے پاس آجائے۔

بزرقا - اور یہ دوستی کا کوئی خیال نہیں۔

نواب - جب اور لوگوں کو دوستی کا خیال نہ ہو تو ہمیں کیوں ہو۔

بزرقا - اچھا تو کیا کچھ آج ہی پر موقوف ہے۔ میں تو روز آٹی ہوں۔

نواب - جی۔ بس اب تم کہاں اور میں کہاں۔ راز کھل گئے ہیں چنانچہ روز میں یہ سب کارخانہ

مٹا چاہتا ہے۔ نہ یہ طسمیں کمرہ ہو گاندیہ ساز و سماں۔ یہ سب دولت کے ڈھنلوں سے تھے۔ جب دولت نہیں

تو یہ سامان کُجا۔ بہر صورت آج رات کو تحسیں نہیں رہنا ہو گا۔  
بزرقا۔ مجھے عذر ہی کیا؟ مگر یہ سب مجھے بخوبی کہا گئے تو آپ کا تو کچھ نہیں بناسکتے مجھے مار  
ڈالیں گے۔

نواب۔ میں اب تحسیں یہاں سے جانے نہ دوں گا۔ خدا کے فضل سے تمہارے لئے بھر کو اب  
بھی اہم ہے۔

بزرقا۔ دیکھو نواب دغنا نہ دینا۔ یہ نہ ہو کہ میں ادھر سے بھی جاؤں اور ادھر سے بھی۔

نواب۔ نہیں ایسا نہ ہو گا۔ خاطر جمع رکھو۔

بزرقا۔ مگر میں بخوبی ہوں کہ ٹھہر کھلا تھا اُن سے کیوں بکاڑو۔ ابھی چوری پھر پہ بہت روڑتک بھی  
سلکتی ہے۔

نواب۔ اچھا تمہاری منسی۔ مگر یہ فون ہے لے لیا نہ ہو وہ تحسیں یہاں سے اٹھا کے لے جائے۔

بزرقا۔ اس کا اطمینان رکھو۔ اول تو یہاں سے اٹھاں گے نہیں۔ اور اگر ایسا ہو بھی تو کھل کھلا  
نکل آؤں گے۔

نواب۔ سچ کہتی ہو؟۔

بزرقا۔ تمہارے سر کی قسم؟۔

نواب۔ تمہارے سر کی قسم؟۔

بزرقا۔ خدار رسول کی قسم۔ حضرت عباس کی قسم۔ اپنی جان کی قسم۔ اگر تم مجھے سہارا دو تو یہ تمہارا  
ساختہ نہ چھوڑوں۔ اُس مولے سے مجھے خود نفرت ہے۔ ایک تو مردے کے منہ سے لو ایسی آتی ہے جس سے میرا  
دماغ بدریشان ہو جاتا ہے۔

نواب۔ پلیت تو ہے ہی۔ اچھا تم میرے پاس بیٹھ جاؤ میں تحسیں زندگی بھر دو ٹکرایا دوں گا۔

بزرقا۔ مگر ایک بات ہے درگاہ میں چل کے قسم کھاؤ کر زندگی بھرنے چھوڑوں گا۔ اور زندگی عورت

کروں گا۔

نواب۔ ہاں میں قسم کھاؤں گا۔ مگر تم کو بھی قسم کھا ڈھو گی۔  
بزرقا۔ ہاں آں۔ میں پہلے قسم کھاؤں گی دیکھو مجھے ہر طرح تھار اساتھ منظور ہے۔ اس موڑے جعلنے کا  
اعتبار ہی کیا ہے۔ اماں سے مجھے سے بنتی نہیں۔ دردگی ٹھوکر ہم کھانا مجھے منظور نہیں۔

نواب۔ بہتر ہے۔ مگر ایک دور تو ہمارے راستھے ہیو۔

بزرقا۔ اے ہے نواب چھوڑی کی دینا۔

نواب۔ داہ میں سُن چلا ہوں تم خوب بیتی ہو۔

بزرقا۔ بیتی تو میں ضرور ہوں۔ بہت نہیں بیتی۔ مگر آج بہت سی پل چک ہوں۔

نواب نے کس کے ایک دور بزرقا کو دیا۔ ایک آپ پل لیا۔

اک کے پوچھے کوئی معموقِ شرایی کے مزے

نشر کے چڑھتے ہیں لیگے بے جوابی کے مزے

### زوجہ اولیٰ

ایک نامی عیاش کا قول ہے کہ عورتیں تین طرح کی ہوتی ہیں۔ اول حورتیں دوسرا پریاں۔ تیسرا

چڑھائیں۔

حورتیں وہ جن کے پاب میں کسی شاعر کا یہ شعر مشہور ہے۔

چیز قوتِ روح است وہم بشرح حال

سرد و خانہ کہ ہمسایہ حسن رہ گذرے

پریاں وہ جو تاروں کی چھاؤں میں آتی ہیں۔ اور تاروں کی چھاؤں میں رخصت ہو جاتی ہیں۔

چڑھائیں نیعنی ماں ہاپ کی بیاں جلوے سے بیاہ کے آتی ہیں۔ یہ وہ نیک بخستیں ہیں۔ جوزندگی بھو

پسچھا نہیں چھوڑتیں۔ اور مرنے کے بعد بھی چالیں دن بعد پر بیٹھا کر آتی ہیں۔

لہ ٹھوٹے مقام مراد پہنچ جہاں کوئی متابعہ نہ کرے۔ اسی وجہ پر جس سبب وہ کہ جو غلام اپنا تاتا ہے۔

ایک امرانی شاعر نہ سخن بخیر فرماتے ہیں کہ جہاں عورت کے دو تین پتھرے ہوئے محروم میں داخل ہو جاتی ہے اُس کا ادب کرنا چاہئے نہ بجا رے حکیم صاحب قبلہ کی بیاناتا ہی نہ اُس صوف میں داخل تھیں جس کا ذکر اپر کیا گیا ہے جب سے حکیم صاحب نے عقدہ ثانی کیا تھا اپنے چیخیدہ ول سے بیزار رہتی تھیں ہر وقت مریض پھولہ ہوا۔ ناک چڑھی ہوئی جو کام کرتی ہے نہ حکشہ پلک کے چورپوں کی بھنکار ہارہار سنائی دیتی تھی۔ بات بات پر آگ لے۔ حکمت بی بی کی بھنکار ڈھرم۔ تباہ پھوتا ہو دینا۔ ہر وقت بڑا بڑا نا۔ غرضگ ناک میں دم تھا۔

کلب جائزی کے دن تھے۔ خدا کے فضل سے بھنکوکی آب و ہوا اعتدال پر تھی۔ بڑے بوئے نامی گرامی حکیم اپنی فصل میں مطلع رہتے ہیں (خدا کرے ہیشہ مظلہ رہیں) حکیم صاحب پھر ایسے نامور حکموں میں بھی نہ تھے اُرفِ محل کے لوگ عندا لفڑوڑت یا بربیل احتیاط نسخہ لکھوالا کرتے تھے۔ حکیم صاحب کے پاس مذا اس وجہ سے بھی کام آتے تھے کہ آپ نے چند روز بھے میاں نہیں بخشن کے بھٹیجے حسن علی کو درگاہ کے قریب عطاری کی دوکان کر دی تھی۔ ہر ایک مارچن سے بھی فرمائیں ہوتی تھی کہ وہیں نسخہ بندھوانا۔ ایک تو خود ہی بھاری داموں کا نسخہ لکھتے تھے اُسرا پر میاں حسین علی پیسے کے دوپتیتھے تھے اس لئے کہ حکیم صاحب سے لصاف کا حامل تھا اس کی کسر کروں گوئی تھی۔ ایک اور سبب حکیم صاحب کی کسدہازاری کا یہیں تھا کہ اس محل میں ایک برق اپنال کھل گی تھا۔ اُس میں مفت دو نقشیں ہوتی تھیں۔ ان وجہ سے حکیم صاحب بالکل بیکار رہتے۔ حکیم صاحب کو اس کی چند اور داڑتھی اس لئے آپ نے اپنے محل کے غربی بولوں کو روپیہ قرض دے دے کے اکثر مکان لکھوکر لے رہتے۔ جو رفتہ رفتہ حکیم صاحب کے قبضہ میں آگئے تھے۔ سات آٹھ دوکانیں بازار میں بنوادی تھیں۔ ان سب میں کرایہ دار رہتے خرمنک معاش کی طرف سے اب ہالکل اطمینان تھا۔ القصہ نو بھی حکیم صاحب گھر میں تشریف نے گئے۔

حکیم صاحب۔ (بی بی سے) کہو صاحب کھانا تیار ہے۔

بی بی۔ (غصہ کی آواز سے) ابھی تو نہیں تیار ہے۔

حکیم صاحب۔ دس بھجا چاہتے ہیں۔ ابھی تک کھانا نہیں تیار ہوا۔

بیوی۔ پھر نہیں تیار ہوا کیا کریں۔ جب سو دا اکے گا جب ہی تو پکے گا۔ ابھی تو بھی خش نے اردو یاں لائے دیں۔ گوشت نگوڑا گلا نہیں لکڑیاں گلیں سلسلی تھیں، پھر کوئی چولھے میں اپنا سر لگا دے۔

حکیم صاحب۔ میں لے چھے بچھوٹے لے پیچے تناخش کو دیئے تھے وہ اب اردو یاں لائے ہیں۔ راستہ میں کہیں بیٹھے کے حصہ پینے لگے ہوں گے۔

میاں نبی نخش بہت ہی بامذاق آدمی تھے۔ جب حکیم صاحب گھر میں جاتے تھے وہ اندر کے پاس کان لگائے کھڑے رہتے تھے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ گھر میں جو باتیں ہوں اُسے سُنیں۔ وقت فو قتاں میں ہال ملاتے رہیں۔ شاید کوئی ایسی بات کان میں پڑ جائے جو مفید مطلب ہو۔ یا اگر حکیم صاحب یا اُن کی بی بی کملہ امر آپ کی شان کے خلاف کوئی بات کہے تو قی الفور اُس کی تردید کر دی جائے۔ چنانچہ اس موقع پر اردو یاں دیر میں لانے کا الزام لگایا تھا۔ اس کی تردید واجب ہو گئی تھی۔

نبی نخش۔ بس شہر میں اونٹ بد نام ہے۔ ناؤ کس نے ڈبوئی خواجہ خضرانے۔ اکیلا آدمی۔ اور دودو جگل کا

سودا سلف۔

دو جگہ کا ذکر کرنا چند اس وقت ضروری نہ تھا۔ صرف حکیم صاحب کی بیوی کو اشتھان طبع دینا نظر تھا

لبی۔ کیوں دو گھروں کا سودا سلف کیا۔ بیگم صاحب کے نوکر چاکر کیا ہو گئے۔

یہ ایک ایسی پتے کی بات تھی کہ حکیم صاحب بیچارے تو گویا جنت جی زمین میں دفن ہو گئے۔

حکیم صاحب۔ (برہم ہو کے) چلو تھیں اس قسم سے کیا مطلب۔ تم اپنا کام کرو۔

لبی۔ تو اسیں کچھ مطلب ہی نہیں۔

حکیم صاحب۔ تم سے ہزار مرتبہ کہہ دیا کہ ان جھکڑوں سے تھیں کیا۔ اب جو بات ہو نا تھی وہ ہو گئی۔

لبی۔ خوب ہوا۔ خدا اس بار کس کرے ہے کوئی سودا سو کا وثیقہ بیگم صاحب کا۔

حکیم صاحب۔ نہ ہی وثیقہ۔ کوئی روپیرہ کی لاچ سے میں نے نکاح کیا ہے۔

لبی۔ خدا جھوٹ کرے۔ اور کیوں نکاح کیا تھا۔ حسن دیکھ کے کیا ہو گا کم سن ہوں گی۔

اس موقع پر میاں نبی نخش نے وہ غصب کا مکٹرا لگایا کہ بیوی کی باچھیں کھل گئیں۔ اور حکیم صاحب بیچارے محل درگی ہو گئے۔

نبی نخش۔ بیگم صاحب میاں بیچارے کھنس گئے رن میں تو حکیم صاحب ہمارے اُن کے آگے کے پچھے معلوم

ہوتے ہیں۔ صورت شکل بھی کچھ ایسی اچھی نہیں ہے۔

بیوی۔ تو کیا تمہارے سامنے ہوتی ہیں۔

نبی بخش۔ اب تو سامنے نہیں ہوتیں جب نواب علی بہادر کے پاس نوکر ہوئے ہیں اُن دنوں میں کمیں تھیں میں بھی نواب صاحب کے مکان پر جایا کرتا تھا۔ وہیں میں نے انھیں دیکھا تھا۔ نواب کے ساتھ چند دلائیں کچھ دنوں شوق کیا تھا۔

بیوی۔ اور یہ کہو تو نوکر کا ہے میں تھیں۔

نبی بخش۔ اب یہ میں آپ سے کیا بتاؤں رئیس آدمی تھے اُن کے دل بہلانے کو نوکر تھیں۔  
بیوی۔ تو یہ کہو تم بہت دنوں سے جانتے ہو۔

نبی بخش۔ اے حضور میں تو ان کی سات پڑھی سے واقع ہوں۔ ان کی ماں کی تھیں خدا بچائے ایسی خورتوں سے۔ اور یہ خالص احتجاج جواب ہیں ان کو آپ کیا کم بھوتی ہیں۔ ایک ہس چھٹی ہیں۔

بیوی۔ ان کی (یعنی حکیم صاحب کی) خلیا سائیں کا حال مجھ سے پوچھو۔ نواب مسز الد ولہ کی سرکار میں ہمارے ابا جان دار و غیر تھے وہیں یہ لوگر ہوئی تھیں۔ وہاں نواب کی طرف کا کڑا اچھرا یا نکال گئیں اب تو منہ سے بڑی پاک صاف بنی ہیں۔

حکیم صاحب۔ وہ نہ ہوں گے۔ یقچار میں زیارت کرائیں ہیں۔ پانچوں وقت کی نماز پڑھتی ہیں۔ وہ کوئی اور ہونگی۔

بیوی۔ میں سچ کہتی ہوں۔ آپ کی خلیا سائیں نے کٹا اچھرا یا تھا۔ نواب نے مٹکیں باندھ دی تھیں وہ تو کہو ہمارے ابا جان نے بھالیا۔

حکیم صاحب۔ جی ہاں آپ کے ابا جان ایسے ہی تھے۔

بیوی۔ ہمارے ابا جان کو تو خدا نے وہ لیاقت دی تھیں کہ جدھر سے نکل جاتے تھے لوگ اُن کو جھنک حکل کر سلام کرتے تھے۔

حکیم صاحب۔ کیوں نہیں۔ نواب کے ہاں کبوتر پاروں میں لوگر تھے۔ اب تم نے دار و غیر صاحب کر دیا۔

بیوی۔ خیرشاہین داماد نے کبوتر بارز تو بنادیا۔

حکیم صاحب۔ سار از ماں جانتا ہے۔

بیوی۔ سار ار ماں جانتا ہے۔ روتوں میں نوکر تھے۔ پھر آپ نے کیوں جھک مارا۔

حکیم صاحب۔ ہم نے کیوں جھک مارا۔

بیوی۔ اچھا جس لے تھاری شادری کی اُس نے جھک مارا۔

حکیم صاحب۔ مامور نے بھندا دیا۔ ہمارے ابا جان قورا ٹھنڈی بھس نہ سکتے۔

بیوی۔ چلواب تو ذات دنتی لائے ہو۔ ایل باپ کی بیٹی۔ داں دہیز والی۔ جائیداد۔ نوٹ۔ تنخواہ۔ وثیرہ خالا!

حکیم صاحب نہایت جزو ز سکتے۔ کوئی بات بن نہ پڑی تھی۔ بیوی کی گرفتیں اسقدر سخقول تھیں کہ سوائے بخطیں

جھانکنے کے اور کچھ بن نہ پڑتا تھا۔

حکیم صاحب۔ چلو تھارے طعنے دینے کو کوئی نہیں۔

بیوی۔ کیوں کیا اب اس سے بھی گئے۔

حکیم صاحب۔ اچھا کھانا جلدی تیار کرو۔

بیوی۔ (ہادر چھی خانے سے اٹھ کے تخت پر اٹھیں) ام سے کھانا دالتا نہیں پکتا۔ کیا کوئی اصلی مقدار کیا ہے۔ اما میں نوکر رکھو یا اُس مالزادی خانگی سے بکھراو۔ جس کو بیوی بنائے بھٹھایا سمجھے۔

حکیم صاحب۔ یہ تھیں ہو کیا گیا ہے؟ میں کہتا ہوں کچھ مٹران تو نہیں ہوئی ہو۔ خواہ مخواہ لٹکی ہو۔

بیوی۔ ہم کیوں مٹران ہونے لگے مٹھی تم۔ مٹھی تھاری یگم صاحب۔ یگم صاحب بنی ہے مولیٰ خانگی۔ وہیں حانے کی دیر ہو گئی ہے اس لئے کھانے کی جلدی ہو رہی ہے۔

حکیم صاحب ادمی مصلحت اندریں تھے دیکھا کر بیوی بگڑا گئی اہم۔ اب اگر زیادہ بحث بڑھی تو کھانا دانا نصیب نہ ہو گا۔ بہ اشتبہ و نرمی چاہا کر بات مل جائے۔

حکیم صاحب مجھ پھری جانا ہے۔ نجح صاحب دس بجے آجائے ہیں۔ الگ پیشی پر حاضرنہ ہونگا۔ مقدمہ خارج ہو جائے گا۔ تھیں لڑائی سوچی ہے۔ پھر لا لینا۔ اب اس وقت معاف کرو۔

بیوی نے دیکھا کہ میاں دب گئے۔ اور شیر ہو گئیں۔ سچ مجھ دل میں ٹھان لیا کہ آج کھانا دانا نہ پکاؤ۔ دیکھیں تو میاں کس حصہ تک دب سکتے ہیں۔

بیوی کے چہرے جان لئے۔ نہیں کہتے کہ چاہتی بیگم کے پاس جانا ہے۔

حکیم صاحب کو واقعی پچھری جانا تھا۔ بوجوہ زندہ درجند جاتی بیگم سے حکیم صاحب سے نفرت ہو گئی تھی۔ بلکہ چلتے تھے کسی طرح لگو خلاصی کریں۔ مگر یہ مکن نہ تھا اس لئے کہ چاہتی بیگم صاحب کب یقیناً پھر ڈالتی تھیں حکیم صاحب تھے۔ بڑے سیانے۔ مگر اس معاملے میں ایسا دھوکہ کھایا کہ جعل ازی کا فلسفہ جس قدر ادا تھا سب بھول گئے تھے اس لئے کہ چاہس روپیہ پاندوان کا لکھے چکے تھے۔ وہ بذریعہ درالت وصول ہو سکتا تھا۔ روپیہ کی وجہ ازی سے ڈگری ہو سکتی تھی۔ مہر کی ناش دیوانی میں دائر ہو سکتی تھی۔ غرض کا کاشوم ہم چھٹی نویں نے بلکہ درحقیقت مرشد اور خلیفہ نے اچھی طرح ملکیں کس لائن چھٹی نویں کو بھی حکیم صاحب کا چند ایام اشتیاق نہ تھا۔ سرف فریب دین کی راہ سے شادی ہوئی تھی۔ اما من مہر کی ایساں اسیں امجذ نے اپنا اپنا اجرہ پہلے بھی وصول کر لیا تھا اگرچہ حکیم صاحب نے پہلے کے ساتھ پورا جعل کیا گیا مگر کوئی موقوٰتی کا نہ تھا۔ اقرار نام اس تھی کہ کھدا یا گیا تھا اس اس سے کسی قسم کا جرم کسی متوسط یا صاحب محاط یا صاحب ہی اسیں ہو سکتا تھا۔ لکھوم بیگم کے ساتھ عقد ہوا تھا کاشوم اسی چھٹی نویں کا نام تھا چھوٹ نواب کا اس کا نام کوئی جانتا بھی نہ تھا کیونکہ وہ خود اور ان کے بزرگ مرزا اور کے رہنے والے تھے۔ واقعی وہ صاحب جانید ادھیس کی لاکھ کے نوٹ تینجھی اُڑی کا سو درہ آباد سے آیا کہ تا تھا کھنوں کے ویرقه آفس میں اس کو کوئی تخلق نہ تھا۔ ان کے فرشتوں کو بھی علم نہ تھا کہ ان کے نام سے کیا جعل بنایا پھیاں گئی ہیں۔

عقد ہونے کے دس ہی پانچ برس کے بعد یہ جعل ازی کھل گئی مگر حکیم صاحب کرہی کیا سکتے تھے اب نہیں پرہم ایک راز کھولے دیتے ہیں۔

وہ مکان جو حکیم صاحب کے نام رکن ہوا تھا اس کا رہن نام بھی جعل تھا۔ بات یہ تھی کہ ایک عورت کو ڈین میں بھٹکے رہی اس لئے کہ اس کے نام سے مکان کی رجतی اور سرخط ہو گی۔ اصل ماں کو اطلاع بھی نہ تھی۔ صرف کرانے کا مکان لے لیا گیا تھا۔ حکیم صاحب اس مقدمہ کو فوجداری میں چلا سکتے تھے مگر اس سے پہلًا

ہی کیا تھا۔ اگر جعل کا ثبوت کامل پہنچتا تو میاں احمد برس دوس کے لئے قید ہو جاتے۔ یہ ایسے لوگوں میں تھے جو جل خانہ کو سُرراں کہا کرتے ہیں۔ دو مرتبہ اس سے پہلے قید ہو چکے تھے۔ حکیم صاحب تھے کہ احمد کے قید کرنے سے نفع کیا ہوگا۔ صرف حسرت انتقام ایسی چیز نہیں جس کے پورے ہونے سے بندہ ذر کی تشفی ہو سکتی ہو۔ اس وقت حکیم صاحب کا مدد نہ فراہم کرنا ہے بالکل حال تھا۔ پھری جانے کی دیر ہو رہی تھی۔ یہویں پہل بولوں پیشی تھیں۔

یوں۔ اگر میں آج سے کھانا پکاؤں تو میری موٹی جیسی پر طلاق ہے۔ میرے جینے پر طلاق ہے۔ آج یوں اپنے بڑے وقت غمزہ کیا۔ ایک وجہ اس کی اور مجھی تھی۔ وہ یہ کہ یوں کے میکے میں ایک بڑے کی رو دھن بڑھائی ہوئی تھی۔ وہاں سے ہجتا کام تھا آیا تھا۔ اس میں پوریں اور تھوڑا سا قسم کو شت پانچ لکھ تھوڑا سارا جم تھا وہ یہ سات بجھے تھے کھا کے بیٹھ رہی تھیں۔ لگانے پھوپھو کو کھلا دیئے تھے۔ غرض کہ حکیم صاحب کے لئے بالکل صفائح تھیں۔

حکیم سا ہے۔ تو کھانا پھر تم آج سے نہ پکانا۔

یوں۔ ہم تو قسم کھا چکے کبھی نہ پکایں گے۔

حکیم صاحب نے دیکھا کہ اب جلال شوہری کے دکھانے کا موقعہ پیدا ہے۔ اس کے بات ہی نہ بننے کی خصوصی میں بھرے ہوئے اُنھے اور گوشت کی پیلی جو چلوٹھے پر جڈھی ہوئی تھی۔ اُنے اُنھا کے انگنان میں اُچھا دیا اتفاق ناگہانی کہیں ایک بوٹی اچھل کے یوں کے پاؤں پر پڑ گئی۔ اب کیا تھا گویا۔ کم کا گولہ ٹوٹا یوں لے جمع جمع کے رو نا شروع کیا۔ تخت پر دھڑادھڑ دو تھر پڑ رہے ہیں۔ ہمارے مارڈالا ہمارے جلا دیا ہے ہے بجھے یہ ارشا بجھا ہے۔ سچ ہے ابا جان۔ ہے ہے اماں جان۔ اب اس طرح سے رو نا شروع کیا۔ جیسے اسی وقت ابا جان نے انتقال کیا ہے۔ اس کے بعد شادی کرنے والے (یعنی حکیم صاحب کے والدین)۔ الہی شادی کرنے والوں کی گوریں کیرے پڑیں۔ ہمارے بجھے کس آفت میں پھنسا یا۔

حکیم صاحب۔ (بزرگوں کی اہانت پر غصہ ہی آگیا) کس نے شادی کی تھاری بابنے شادی کی۔

یوں۔ (روئی جاتی ہیں۔ اور جواب دیتی جاتی ہیں) ہمارے ابا گوآدمی تھے۔ ان کو موئے جھیلوں نے

فریب دیا۔ ہائے ہمارے ابا جان کی جانتے تھے۔ اس موئے جعلتے سے پالا بڑے گا۔ ہائے موئے جعلتے خدا کی مار موؤں کو ہر چندہ کھائے۔

حکم صاحب۔ لیکن اب چپ رہو۔ بہت ہو چکی۔

بیوی۔ (اور جنگ کے) چپ رہوں۔ کوس کوس کے کھا جاؤں گی۔ جیسے مردے تو نے میرا بیرون جلا یا ہے۔  
حکم صاحب۔ تو کیا میں نے جان کے پاؤں جلا دیا۔

بیوی۔ جس قسم کھاتی ہوں جان بوجھ کے پیلی میرے سر پر کھنچ ماری۔ وہ تو میں ہمٹ نہ جاتی تو مخزپھٹ گیا ہوتا۔ تو قوی میرے لہو کا پیاسا ہے۔

حکم صاحب۔ (اب دیکھا کہ کسی طرح چرخہ رکتا ہی نہیں پھر ذرا انرم ہو گئے) نیکخت چپ رہ۔

بیوی۔ نیکخت۔ نیکخت تیرنا چاہتی نیکخت تیری اماں۔ نیکخت تیری بھینا۔ لواب ہم نیکخت ہو گئی۔  
حکم صاحب۔ اچھا بھر کا کہوں۔ نیکخت کوئی برسی بات کہو۔

بیوی۔ (ڈیورا صحنی میں کھڑے خیگ رومن دھو میں کے رہنے لئے رہے ہیں) خانم صاحب یہ تو کوئی برسی بات نہیں کہی۔

بیوی۔ آج تک نیک نخت نہ کہا۔ بُری بات ہم نہیں بنتے نیک نخت ہو نیک نخت ہو اُن ہتھ مبارک رہے ہم تو بد ہیں۔

حکم صاحب۔ تم انھی زبان سے بد بنتی ہو میں تو نہیں کہتا۔

بیوی۔ ہاں۔ ہاں۔ ہم تو بد ہیں۔

اب حکم صاحب بہت ہی عاجز ہوئے۔ ادھراس جھکلے میں دس نج گئے۔ حکم صاحب بیچا رے چکے اٹھے باہر چل گئے۔

بیوی نخشن۔ حضور نہاری روٹی کاروں۔ کھایجے بلا سمجھری تو چلے جائیئے۔

حکم صاحب۔ (رجھکر اس وقت یہی قریب مصلحت ہے) اچھا لادو۔

بیوی نخشن۔ پسے دیکھئے۔

حکیم صاحب نے پانچ پیسے نکال کے دیئے۔ دو پیسے کی نہاری۔ تین پیسے کی روٹیاں۔  
نبی نخش۔ اجھا تولاوں کا ہے میں۔ اندر سے دسترخوان اور پیالہ دیجئے۔

حکیم صاحب اندر گئے باور جس خانہ سے دسترخوان اٹھایا۔ الماری پر سے چینی کا پیالہ اٹھایا۔ بیوی انسو  
دانسو پوچھ لے بیٹھو، ہیں کن انسکھوں سے دیکھ رہیں ہیں۔ کہ یہ کرنے کیا ہیں۔ جو نبی حکیم صاحب پیالہ اور دسترخوان  
باہر لے کے چلے بیوی نے پیالہ ہاتھ سے چھین لیا۔

بیوی۔ ہاں ہم بھوکے بیٹھ رہیں۔ تم باہر نہاری روٹی منکار کے نکلوں تو پیالہ نہ دیں گے۔

حکیم صاحب نے چاہا ہاتھ سے پیالہ چھڑا کے باہر لے جائیں۔ اس چھینا چھپی میں ہاتھ سے پیالہ گوڑا چھن  
سے نوٹ گیا۔

ایک تو گوشت کی تپیلی اچھاں کی وہ نقصان ہوا۔ دوسرے چینی کا پیالہ بزرگوں کے وقت کا ٹوٹا تیرے  
بھوک کی جھانجھ بیوی کی کچی بختیوں کا غصہ نبی نخش کے ٹکڑوں کا کھیانا پن۔ مقدمہ کے خارج ہو جانے کا اندر  
۱۲ مواد نے جس ہو کر حکیم صاحب کی قوت غصبی کو ہبھا لئے ڈال دیا۔ ڈھیلے ہاتھ سے ایک طاپچہ انسکھوں نے بیوی  
کی چھڑیاں پڑے ہوئے گاؤں تحریکیا۔

چلے اب کیا تھا کوئی بیلہ کار دکی سڑنگ میرا اُگ بتادی گئی۔ بیوی بھرپور پاؤں پھیلا کر زمین پر بیٹھ گئیں  
دو ہتھ چلنے لگے۔ ایک چیخ زمین۔ اور ایک آسمان۔

بیوی۔ الہی ہاتھ ٹوٹیں۔ الہی ہاتھ ٹوٹیں۔ الہی ہاتھ ٹوٹیں۔ میں کیڑے پڑتیں۔ طانچہ مارنے والا ہر  
ٹھانچہ مارنے والا غارت ہو۔ اے مولا۔ تیری لاٹھی میں آواز نہیں۔ اٹھووارہ کلتے۔

حکیم صاحب۔ اب بزرگوں پہنچیں۔ اور لو۔ یہ کہہ کر حکیم صاحب بڑھا ایک طانچہ اور مارا۔ بیوی نے دہڑ  
سے صرز ملن پکر دے رکھا۔

نہ کی۔ لے موچے میں خود رپھوڑ رپھتی ہوں۔

داقعی بیوی کا سرچھٹ گیا۔ دھل دھل خون بہنے لگا۔ اس کے بعد بیوی نے جلانا شروع کیا۔

بیوی۔ (میں کرنے کے لیے اب تو میرا سرچھوٹا۔ خون بہہ رہا ہے۔ ہاکے بے وارثا بیٹھ کے مجھے

مارڈالا۔ ہائے سر پھوٹا۔ ہائے منز پھٹ گیا۔

شور دغل کی آواز ان کے محلے کے بوگ دروازے پر جمع ہو گئے۔ اسی اثناء میں خدا جانے کس نے حکیم صاحب کے سامنے کو خبر کر دی۔ یہ ایک گروہ ایسے تکان لکھنے کے لئے باشکوں میں شمار کئے جاتے تھے۔ بہن کے پیشے کی خبر سن کر لفڑی میں اٹھایا اور اپنے ساتھ دس بارہ گروگول کو جمع کر کے فوراً موقعہ واردات پر پہنچ گئے۔ ساتھ والوں کو ڈیلوڑا ٹھی میں لکھا اکیا۔ خود گھر میں گھسنے آئے۔

اب تو حکیم صاحب گھبرا کے۔

منظہر۔ (حکیم صاحب کے برادر نبیتی کا نام تھا) حکیم صاحب کی طرف اپنے تصوروں سے گھوڑے کے یہ کیا حرکت حکیم صاحب۔ حرکت کیا تھی۔ اپنا سر پھوڑ لیا۔

منظہر۔ درست لگ مجھ سے جلوہ بین کرنے یہ نہیں کہتے کہ عورت کا سر پھاڑ ڈالا۔

حکیم صاحب۔ نہیں خود سر پھوڑ لیا۔

منظہر۔ یہ عدالت میں بیان کیجھو لگا۔ عورت ذات کی اتنی جدائی ہی نہیں ہو سکتی کہ اپنا سر آپ ہی اپھوٹ کیوں بھائی چھٹن (منظہر کے پیر بھائی اور بچھے دور کا رشتہ بھائی تھا) ڈیلوڑا ٹھی میں لفڑی ہاندھ کھڑے تھے درجے کے پاس پہنچ گئے۔ اندر دھستے آتے ہیں۔

چھٹن۔ (دروازے کے اندر منہ ڈال کے) کیا کچھ مجھ سر پھوٹ گیا۔

منظہر۔ جس ہال سرکھا گی۔ خون کا دریا بھرا ہوا ہے۔ اور جناب حکیم صاحب فرماتے ہیں کہ آپ ہیں سر پھوڑ پہنچا۔

چھٹن۔ (خس کے) اچھا تو پولیس کو خبر کر دوں۔

منظہر۔ (بولیس کو ایک گالی دے کے) کوئی ہم دبیں ہیں۔ ابھی بہیں ان کی مرمت کئے دیتے ہیں یہ کہہ کے حکیم صاحب کا ہائے پکوڑ کے ایک دو ڈگ روید کئے۔ حکیم صاحب بھی لپٹ بڑے۔ میاں منظہر نے اٹھی دے کے ان کو زمین پر دے مارا اور ایک دو تین گھسیے بتا دیئے کس کے۔ حکیم صاحب بچارے مچھل کی طرح بھڑکنے لگے۔ یہوں دو ڈگ کے کوٹھری میں جا چھپیں چھٹن اور ان کے ساتھ کے پانچ چار آدمی اندر گھس آئے۔ حکیم صاحب کی اچھی مرمت کی۔ میاں نبی نخشن بچارے منہنما سے آدمی کر ہی کیا سکتے تھے۔ مارے خیر خواہی کے دو ڈگ کے پوک پر خبر کر دی۔

وہاں سے ایک ولدار اور دو برقند از چلے آئے۔ اظہارات ہوئے گے۔

حولدار۔ یہ کیا دار دات ہوئی؟

منظیر۔ (حکیم صاحب کی طرف اشارہ کر کے) انھوں نے ہماری بہن کا سر پھوڑ دالا۔

حولدار۔ کہاں ہے تھا رہی بہن۔

منظیر۔ یہیں ہے اور کہاں ہے؟

حولدار۔ یہاں۔

منظیر۔ بلا میں کیونکر۔ پر انہیں عورت ہے۔

حولدار۔ تو پھر ہم اظہار کیا لکھیں۔

منظیر۔ اظہار لکھوادیں گی۔

حولدار۔ (حکیم صاحب کی طرف اشارہ کر کے) یہ تھا رہتے کیون ہیں۔

منظیر۔ بہنوئی۔

حولدار۔ (حکیم صاحب کی طرف مخاطب ہو کے) آپ فرمائیے کیا معاملہ ہے۔

حکیم صاحب۔ یہ توجیسیے آدمی ہیں ان کی وضع سے ظاہر ہے۔ بات یہ ہے کہ میں نے دوسرا عقد کیا ہے اس

دھر سے ان کی بہن مجھ سے خواہ مخواہ لڑا کرتی ہیں۔ آج بھی اسی طرح لڑائی ہوئی۔ انھوں نے ایک مگر زمین پر

ماری۔ سریں چوتھا ضرور آئی۔ اتنے میں کسی نے ان کو خبر کر دی۔ یہ وہاں سے دس بارہ لگگار دل کو لئے ہوئے

میرے مکان میں گھس آئے۔ کئی آدمیوں نے مل کے مجھے مارا۔

منظیر۔ یہ حضور ٹکھتے ہیں۔ جس وقت میں آیا ہوں یہ اپنی بیوی کو مار رہے تھے میں نے آئے کچھڑا دیا۔

حکیم صاحب۔ خدا سے ڈرو۔ کون مار رہا تھا۔

منظیر۔ تم خدا سے ڈرتے ہو۔ خود عورت کا سر پھوڑا اور ہم سے کہتے ہو خدا سے ڈرو۔

حولدار۔ حکیم صاحب بیشک غصہ بری چزیے۔ میں بھائیوں کا آپ نے کوئی جرم نہیں کیا۔ لگر مقدمہ سنگین ہے تھا نے پر ضرور چلنا پڑیگا۔ اور مسأة کو بھی ڈول پر سوار ہو کے جانا پڑیگا۔

حکیم صاحب۔ لگر آپ بھی کہاں میں ایک ذرا ہماری تو ہیں ہے۔ یہ کہہ کے حوالدار کی طرف ان نکلا ہوں سے دیکھا۔ جس کا یہ مطلب یہ تھا کہ دس بارہ روپیہ لے پچھے اور مقدمے کو نہیں رفع دفع کر دیجئے میاں مظہر بھی پولیس کی مداخلت کو پندرہ نہیں کرتے تھے۔ منہ پھیر کے علیحدہ کھڑے ہو گئے۔ کیونکہ یہ بھی شریف کہلاتے تھے۔ باوجود اس قدر لگارے بننے کے کسی قدر بھئے شرافت باقی تھی۔ ہمیشہ کا انتقام حسب مرضی لے چکے تھے۔ اور ان کو اپنے زور بال و پر اتنا غرہ تھا۔ کہ جب چاہیں گے حکیم صاحب کو دھنالیں گے دوسرے یہ بھی ان کو اچھی طرح معلوم تھا کہ حکیم صاحب نے مرنہیں پھوڑا۔ یہ ہمیشہ صاحبہ کے فعل ہے۔

حولدار۔ (حکیم صاحب کے اخبارہ کو بھی اور جنم دا برسے جواب بھی دیدیا کہ اتنے پر معاملہ نہ ہو گا) نہیں تو حکیم صاحب اس میں میرا کچھ اختیار نہیں ہے تھا نیدار صاحب کے پاس چلے جیسا وہ کہیں دیسا کیا جائیگا حکیم صاحب خوب جانتے تھے کہ اگر خدا نخواست نیدار صاحب نک جانے کی نوبت آئی تو بخیر ایک پچاسا دیسے ہوئے چھٹکارا نہ ہو گا۔ یہ تھی ہے کہ یہیں کچھ اور برقہ صادر۔ یہ اس فکر میں تھے کہ ایک برقند از کرم نے آگے بڑھا اور حولدار کا ہاتھ پکڑ کے علیحدہ لے گی۔ دوہا میں پھر بچکے کیس۔ اور چلا کے حولدار صاحب جانے دو۔ یہی میاں کا معاملہ ہے۔ حکیم صاحب شریف آدمی ہیں۔ ادھر مستغاث کی طرف سے بھی بنظاہر رضامن کی کاظمیہ سے جانے دو۔

حولدار۔ (نہیں کے) لگر ایسا نہ ہو۔ تھا نیدار صاحب کو جبراو۔

کرم خاں۔ نہیں کون جبر کریگا۔

چیت سنگھ۔ (دوسرے برقند از) جانے دو۔ سُسُر کون بڑا معاملہ ہے۔ بل بل میاں میں افای ہوں۔ لگھنے کی عورتیں تم جلتے ہو ٹکر دکر ماں لہن ہوئیں۔

منظہر۔ نہیں تو پولیس کی دست اندازی اس معاملہ میں ہم بھی نہیں پسند کرتے۔

حولدار۔ تم کیوں پولیس کی دست اندازی پسند کرو گے۔ تھا نیدار صاحب کے سامنے ہاتے ہوئے تو

تھاری ہانی مرئی ہے۔

مشہر بڑے بالکے ترپھے تھے۔ مگر علدار کے سامنے منستہ بات نہ نکل۔ اس لئے کہ آپ کی وضع ظاہری اس فرم کی تھی کہ پولیس جب چاہے بد معاشری میں چالان کر دے اور آپ سال دو سال کے لئے عالم بارش کی سر کر آئیں۔ خلاصہ یہ کہ رسیدہ بود بلاکے ورنے بخیر گذشت۔

امن مقدمہ کے طبق اونے کے بعد حکیم صاحب نے بھرپوری جانے لا تھد کیا۔ مگر ایک رفیق نے آپ کے خبر دی کہ مقدمہ صدم پرسی میں خارج ہو گیا۔ چنانچہ بھرپوری جانے کی تخلیف نجگٹی۔

### زوجہ ثانیہ

یہاں تو حکیم صاحب پدر وار دات گزری (حوالہ شنیئے کہ نہیں معلوم کیا کہ اس نے کہا میاں نبی خشنے) تمام واقعات من و عن بیان کر دیئے۔ سرثاہم حکیم صاحب بھرپور کے تو بیگم صاحب نے اس طرح مراج پرسی کی۔

کاشوم بیگم۔ سُکتی ہوں آج تو آپ کے مکان پر بڑا امر کہ ہوا حکیم صاحب۔ (حصین پر کے) جی ہاں۔ لگھ میں لڑائی ہوئی انھوں نے غصہ میں اپنا سرچھوڑ لیا اس لئے صاحب دوڑے آکے مجھ سے ہشت مشت ہوئے۔

کاشوم بیگم۔ وہ کو موڑا ایک ہس گر لگا ہے میں نے ٹھاہے اُس نے تھیں اٹھا کے ٹھخ دیا۔ اور خوب مارا۔

حکیم صاحب۔ میں نے بھی مارا۔

نبی خشنی ہاں بھی ساتھ تھے مکن کی اتھا کر حکیم صاحب کوئی امر خلاف واقع بیان کر سکتے۔ کیونکہ میاں نبی خشنی کی کسی بگر کتی ہی نہ تھی۔ وہاں تو ڈبوڑھی میں سے کھڑے ٹکرے لگا رہے تھے یہاں بالمواجہ گفتگو ہو رہی تھی۔ اس لئے کاشوم بیگم اپسے لوگوں (مثلاً میاں نبی خشن) سے پردہ کو ناخلاف شان بھتی تھیں۔

نبی خشن۔ ایک گھونسہ میاں نے بھی کرا راما را تھا۔ وہ تو اُس نے دونوں اتھے اپسے کاظمہ لئے کہ میاں ہمارے پھر پھر انے لے گئے۔

حکیم صاحب۔ ایک گھومنہ تین گھونسے میرے ایسے بڑے ہیں کہ میاں مظہر یاد کرتے ہوں گے۔

نبی نخش۔ نہیں جھنور میں تو لکھڑا دیکھ رہا تھا جب اُس نے دونوں ہاتھ آپ کے جانگھ کے نیچے دبائے ہیں اس وقت میرے جسی میں آیا کارند گھنٹسہ اول۔ مگر چھٹن نے ہاتھ پکڑ کے مجھے دروازے سے باہر کر دیا اُس وقت مجھے کچھ نہ بن پڑی۔ چوکی پر دوڑا گیا۔

حکیم صاحب۔ یہ تم نے تین حاققت کی۔ بھلا تھا نے بر جانا کیا ضرور تھا۔ سارے محلے میں ذلت ہوئی اور پندرہ روپیہ مفت دینے اہل ہے۔

نبی نخش۔ جسی ہیں۔ اب تو کچھ ہیں گا۔ حاققت کی اجنب عولدار آئے ہیں جب ہیں تو مظہر نے آپ کو چھوٹے ہے نہیں تو دبائے ہوئے بیٹھا تھا اور ادبر سے گھونسے مار رہا تھا۔

کاشوم بیگم۔ اور بیوی صاحب کمال تھیں۔

نبی نخش۔ دہیں تھیں اوز کھان تھیں جب چوکی پرست آدمی آئے ہیں اس وقت کو ظھری میں جاپیں کاشوم بیگم۔ یہ سا مذہبی دیکھا کیں اور میاں پٹکئے۔ قہا ہی ایسی عورتوں سے بچائے نام تو بیا بتا کا ہے۔ انصیوں ہی سے مردوںے راضی بنتے ہیں۔

نبی نخش۔ (حق کا ایک کش لے کے) وادی حق ہے۔

کاشوم بیگم۔ میں تو ایسے بھانگ کو خاک میں ملا دیتی جو میاں کو امرے۔ اڑ جائے وہ بھانگ از تین کاپیون دہ جو ایسا بھانگ۔ دیکھو تو ادھر کارا کلہ سو جا ہوا ہے۔

نبی نخش۔ کلہ سو جا ہوا ہے۔ میں کہتا ہوں سارا بدن چور چوڑا ہے۔ میں نے تو اسی وقت کہا تھا دوڑھیں پھٹکری ڈال کے لپی یجھے۔

کاشوم بیگم۔ تو کیا نہیں سمجھا؟

نبی نخش۔ کہاں پہنچا۔

حکیم صاحب۔ نہیں کچھ ایسی چوڑی نہیں آئیں کھٹکیں

نبی نخش۔ یہ قومیاں کے کہنے کی بات ہے چوڑ کیوں نہیں آئیں۔ پر واٹا جو اچھے گی تو معلوم ہوئے۔

یہاں یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ اتنے میں خلیاسس (یعنی کبی مغلان) تسبیح پڑھتی ہوں، چل آئیں حکیم صاحب نے جھپٹ کے بندگی کی۔

خلیاسس - جیتے رہو۔ سلامت رہو۔ ہاں میں نے نہیں بڑی لطائی ہوئی۔

اب سارا تھا اُن کے آگے دوپر ریا گیا۔ اس طرح کلثوم بیگم اپنی ششستہ درفتہ تقریر سے ہر واقعہ کو بیان کر رہی تھیں اور میاں نبی نخش نمک مرچیں لٹاتے جاتے تھے۔ اور خلیاسس حبِ موقعہ اور ہر معاوا نہیں ہے ہے کہتی جاتی تھیں۔ آخر میں انھوں نے یہ تجویز کالا۔

خلیاسس۔ میں کنزو ز حکیم صاحب کی بیل بیل کے چھپنے کا نام تھا۔ اور جو بزرگ پیار سے اور غیر عورتیں تحقیر سے لیتی ہیں) کو بھینے سے جانتی ہوں۔ بڑی خیال ایسی ہے۔

نبی نخش۔ آپ سچ کہتی ہیں۔ وادیہ س تو خدا لگتی کہون کا اج میاں کا کچھ بھی قصوار نہ تھا اسروں کھانے کے لئے کہا تھا۔ اُس پر انھوں نے یہ مانامت کیا۔ اچھا وہ تو جو کچھ ہوا۔ وہ ہوا آپ رو دہنچہ ملکری نکالتی تھیں لایئے لادوں۔ ادھر سے تبا کو بھی اپنے لئے لیتا کو دلا۔  
کلثوم بیگم نے زینت (کلثوم بیگم کی ماکا نام تھا) آواز دے کے صندوق پر منگایا۔  
حکیم صاحب نہیں کوئی ضرورت نہیں ہے۔

کلثوم بیگم۔ تم بکا کرو۔ میں ضرور پلاویں گی۔ دیکھتی ہو۔ خالہ جان کہیں رو بڑی میں رہ جائے گا تو قیامت ہو جائے گی۔

خلیاسس۔ نہیں میں کر بلا سے موں یاں لائی تھی۔ وہ کہیں رکھی ہوں ہے۔ دیکھوں صندوق پر میں لقین ہے پڑی ہو۔

نبی نخش۔ بس تو فقط دودھ بازار سے ملگو الجھے مو میاں کی کیا بات ہے۔ ٹھا۔ ہے ساری چوٹ اندر سے لکھنچ لیتی ہے۔

اتنے میں زینت صندوق پر لے آئی۔ کلثوم بیگم نے چار پیسے نکال کے نبی نخش کو دیئے۔ دودھ لینے کو بازار گئے۔ خلیاسس مو میاں دھونڈھنے کے لئے اندر کے دالان میں گئیں۔ کلثوم بیگم اور حکیم صاحب میں

پھر اُسی محالے پر از سر نو محدث چھڑ گئی۔ اب اس بحث کا یہ ر斧 بدلا کر اس لڑائی کی کوز وجہ شانہ کی ذات سے کہہ  
تعلق ہے۔

کلثوم بیگم۔ اچھا یہ تو سب کچھ ہوا۔ اب یہ بتاؤ کہ اس لڑائی کی اصل بنائی ہے۔

حکیم صاحب۔ یہ تم آپ ہی مجھ سکتی ہو۔

کلثوم بیگم۔ یہ تو میں پہلے ہی مجھ سے ہونے تھی کہ میرے بارے میں لڑائی ہوئی۔ پھر میں اب نہیں چھوڑ  
سکتی۔ تو یہ لڑائیاں روز روہی رہیں۔

حکیم صاحب۔ جی ہاں سب اچھے رہے میری جان غضب میں پڑ گئی۔

کلثوم بیگم۔ سب میں تو میں بھی آگئی۔ میرے سبب سے کیوں تھاری جان غضب میں پڑیں۔ اور اگر  
یہ کچھ ہے تو پھر تم نے کیوں ایسا کام کیا۔

حکیم صاحب۔ (ایک آہ سرد بھر کے) اہ اہ اب تو حادث ہو گئی۔ پھر اس کا علاج۔

کلثوم بیگم۔ تم حکیم ہو۔ علاج تھم ہی بتاؤ۔ اچھا مجھے چھوڑ دو تھاری جان آفت سے چھوڑ جائے

حکیم صاحب۔ (ایک ذرا تامل کے بعد) چھوڑ دینے والا تو میں نے نام نہیں لیا۔ تم خود آج سمیت

پانچ چھٹے کنہیں ہو۔ آخر تھار اکیا مٹا ہے۔

کلثوم بیگم۔ دیکھو حکیم صاحب تھاری بیوی ہیں جاہل۔ اور میں خدا کے فضل سے ناخواتندی ہیں  
ہوں۔ یہ مولیٰ امام نے مجھے تھیں دونوں کو پہنایا۔ مولیٰ نے مجھ سے تو یہ بیان کیا کہ نہیں ہیں۔ اور تم  
کو یہ فریب دیا کہ چھوٹی نواب کی ماں کے ساتھ نکال کر دائے دیتی ہوں۔ میں بھی دھوکے میں آگئی۔

اور تم بھی۔ میں اگر جانتی تم چیونٹیوں بھرے کواب (کباب) ہو تو کہے کو یہ امر ہوتا۔

حکیم صاحب۔ ہاں میں بمحبت ہوں کہ تم اس واقعے میں بے قصور ہو۔ تھیں بھی دھوکہ دیا گیا۔

کلثوم بیگم۔ اچھا تواب بھی کچھ نہیں گیا ہے۔ تم مجھے چھوڑ دو۔ خال کر بلا جانے کو کہہ رہی ہیں اُنہی کے ساتھ

میں بھی جل جاؤں گے۔ تین حصہ مہر میں تھیں معاف کر دوں گے۔ ایک حصہ دیدو۔

حکیم صاحب۔ اگر میں اپنی تمام جائیداد شیخ ڈالوں۔ بلکہ میں بھی بک جاؤں تو بھی بمحصے ایک چہارم

حکمہ مہرنا ادا ہو سکے گا۔ اور میں چھوڑنے کیوں لگا۔ دجد کیا۔ کیا دودو عورتیں دنیا میں ہوتی نہیں ہیں۔

کلثوم بیگم۔ اگر نہیں چھوڑتے۔ تو پھر اسی طرح ست میرے ساتھ بھی پیش آئے جس طرح بیویوں کے ساتھ پیش آنا چاہئے۔

حکم صاحب۔ اس میں تو مجھ سے ابھی تک کوئی تھوڑا نہیں ہوا۔ روز تھارے پاس آتا ہوں کھاتے پینے کو بھی بچپن ہو سکتا ہے حائز کرتا ہوں اس کے سوا اور جو تھیں کہنا ہو کرو۔

کلثوم بیگم۔ کہنا یہ ہے کہ ایک رات یہاں رہا کرو۔ ایک رات دہائی دوسری بات یہ ہے کہ میرے ساتھ اسے جو اقرار ہے اُسے پورا کرو۔

حکم صاحب۔ اچھا یہ بھی سہی۔ میں آج سے ایسا ہی کروں گا۔ مگر وہ اقرار کون سا ہے جسے پورا کرو۔

کلثوم بیگم۔ بس اسی بات پر تقویت میرے آگ لگتی ہے۔ آخر پہاڑ اس روپیہ مہینہ کا اقرار ساتھا کرنا۔

خیال اس۔ ہاں یہ تو میں بھی سنتی ہوں کہ پہاڑ اس روپیہ مہینہ کا اقرار تھا۔

کلثوم بیگم۔ اقرار کیا۔ کچھ مندرجہ باñی تھا اسٹام کے کاغذ پر جسٹری ہو گئی ہے۔

حکم صاحب۔ دیکھئے خالد جان بات یہ تھی کہ نکاح تو اور ہی دھوکے میں ہوا۔ ہم کچھ اور بھی تھے اور دہائی پہچھے اور بات نکل۔

خیال اس۔ ہاں یہ تھی ہے۔ مگر اب تو ایک شخص نے اپنی آبرودی۔ وہ تو گلوٹری کی جیسی کی نہ رہی۔ اور یہ تو میں خوب جانتی ہوں کہ زنا کی طرح نہ ہو گا۔ اس لئے کہ اس کی طبیعت اس طرح کی ٹھہری کہ بیاہت انہم نے دندی کی۔ اس نے کھڑے کھڑے چھوڑ دیا۔ تم ٹھہرے بیوی کے پامڑید۔

حکم صاحب۔ اب تو زنا کسی طرح کرنا چاہئے۔ کیونکہ اب توجہ ہونا تھا وہ ہو گی۔ میں ہر طرح راضی ہوں آج تک رات کے رہنے کو نہیں کہا تھا۔ اب آج کہا ہے۔ خیر یونہی سہی۔

کلثوم بیگم۔ ہمارے نام پر شیر ہو نہیں سہی۔ اور جو فیل کریں۔ بھائی سے چار گرگے لگا کے جو تیاں کھلوائیں اُن بھی کا ابھی تک دم بھرے جاتے ہو۔

حکم صاحب۔ (یہ آخر کے چند فقرے کلثوم بیگم کے حکم صاحب کے دل پر نشر کا کام کر گئے۔ طیش کھا کے جواب دیا)